عید الاضحیٰ کا پیغام

امت مسلمہ کے نام

از

حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب پالنپوری

باھتمام

حضرت مولانا علی حسن صاحب مظاہری

شعبۂ نشر واشاعت

دار العلوم امدادیہ

گڑھی یمنا نگر (ہریانہ)

فہرست مضامین

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ نمبر
۱	قیمتی اوقات ولمحات	۳
۲	اسلامی تہوار	۳
۳	قربانی کے دنوں میں محبوب عمل	۴
۴	قربانی دل سے کرو	۴
۵	قرون اولی میں قربانی کا اہتمام	۴
۶	قربانی کے جانور کے بارے میں حضورؐ کی ہدایات	۵
۷	قربانی سے مقصود تقوی کی جانچ	۵
۸	امت محمدیہ کا اکرام	۶
۹	قربانی سنت ابراہیمی	۷
۱۰	قربانی نہ کرنے پر وعید	۷
۱۱	قربانی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول	۸
۱۲	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ساتھ شفقت	۸
۱۳	عید الاضحیٰ میں نماز عید کے بعد قربانی	۹
۱۴	قربانی کا آغاز وابتداء	۹
۱۵	پچھلی امتوں میں قربانی قبول ہونے کی پہنچان	۱۰
۱۶	قربانی صرف اللہ کے نام پر ہو	۱۰
۱۷	قربانی کی عظیم الشان تاریخ	۱۱
۱۸	حضرابراہیمؑ کا پہلا امتحان اور کامیابی	۱۱
۱۹	دوسرا امتحان اور کامیابی	۱۱
۲۰	بوھاپے میں اولاد کی دعا	۱۲

۲۱ تیسرا امتحان اور کامیابی -- ۱۳
۲۲ چوتھا امتحان اور کامیابی-- ۱۴
۲۳ ابراہیمؑ کی کامل اطاعت شعاری-- ۱۵
۲۴ بیٹے سے مشورہ-- ۱۵
۲۵ بیٹا بھی خلیل الٰہی خاندن کا تھا -- ۱۵
۲۶ فیضان نظر یا مکتب کی کرامت-- ۱۶
۲۷ شیطان کی سازش -- ۱۶
۲۸ شیطان جمرات کے پاس-- ۱۷
۲۹ باپ بیٹے دونوں امر الٰہی کے سامنے جھک گئے ---------------------- ۱۷
۳۰ بیٹے کے جانگداز الفاظ -- ۱۷
۳۱ امتحان میں کامیابی پر داد تحسین -------------------------------------- ۱۸
۳۲ بیٹے کے عوض بڑا ذبیحہ -- ۱۸
۳۳ قربانی امت کو کیا پیغام دیتی ہے؟ -------------------------------- ۱۹
۳۴ دین سراسر اتباع کا نام ہے -- ۱۹
۳۵ معاشرے میں پھیلی گمراہی -- ۲۰
۳۶ صحابۂ کرام کا جذبۂ اتباع -- ۲۰
۳۷ قربانی کا دوسرا پیغام-- ۲۱
۳۸ سیدنا ابراہیمؑ پر اللہ کے انعامات -------------------------------------- ۲۲
۳۹ عشرۂ ذی الحجہ کی فضیلت -- ۲۲
۴۰ عشرۂ ذی الحجہ میں پہلا کام -- ۲۳
۴۱ عشرۂ ذی الحجہ میں دوسرا کام -- ۲۳
۴۲ تیسرا اور چوتھا کام -- ۲۴
۴۳ قربانی کے سارے فلسفہ کا خلاصہ ---------------------------------- ۲۴

ابتدائیہ

عید الاضحیٰ اس امت کے لئے ایک عظیم الشان تہوار ہے، اسلام کا شعار اور سیدنا ابراہیمؑ کی عظیم یادگار ہے۔

یہ قربانی جہاں فی نفسہ ایک عظیم عبادت اور شعار اسلام ہے وہیں یہ قربانی امت مسلمہ کو عظیم الشان سبق بھی دیتی ہے کہ یہ امت اپنے آپ کو کامل مسلمان بنائے سراسر اتباع اور اطاعت کا جذبہ اپنے اندر پیدا کرلے اور زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام کی صحیح اور حقیقی روح ''جذبہ اتباع'' کے ساتھ جینے کا سلیقہ سیکھ لے۔

زیر نظر کتابچہ میں اسی سلسلہ کے مضامین ہیں، جو دراصل بیان کے مضامین ہیں، اللہ تعالیٰ جزائے خیر مرحمت فرمائے جناب مولانا علی حسن صاحب مظاہری زید مجدہ کو کہ انہوں نے فکر و اہتمام کے ساتھ اس کو عام افادہ کی غرض سے شائع کیا۔

موصوف اس سے پہلے بھی احقر کی کچھ کتابیں ''اسلاف کی طالب علمانہ زندگی'' محبت رسول، عید الفطر کا پیغام، شب برأت کا پیغام، رمضان المبارک تربیت کا مہینہ'' شائع کر چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ موصوف محترم کو علمی عملی ترقیات سے نوازے اور اس مختصر رسالہ کو شرف قبول عطا فرمائے۔ (آمین یارب العالمین

کتبہٗ

حفظ الرحمٰن پالنپوری (کاکوسی)

خادم مکاتب قرآنیہ (بمبئی)

۷؍جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ

مطابق یکم جون ۲۰۰۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله و كفى و سلام على عباه الذين الصطفىٰ اما بعد!
فاعو ذبالله من الشيطان الرجيم،بسم الله الرحمن الرحيم
لن ينال الله لحومها و لادماء ها و لكن له التقوى منكم
و قال رسول الله صلى الله عليه و سلم
من و جدسعة و لم يضح فلايقربن مصلانا

قیمتی اوقات ولمحات

میرے محترم دوستو! عزیزو! بزرگواور بھائیو!

اس وقت جن ایا م سے ،دنوں سے،اوقات سے اورلمحات سے ہم اورآپ گذر رہے ہیں، یہ بڑے ہی قیمتی اوقات ہیں، مہینے ہیں۔

شوال، ذی العقدہ،اورذی الحجہ یہ تینوں بڑے مبارک اوراہم مہینے ہیں،ان مہینوں میں اللہ تعالیٰ نے ایک اہم عبادت حج کورکھا ہے،اورانہی مہینوں میں قربانی کاعمل بھی رکھا گیا ہے جس میں اللہ کے حضور،اللہ کاقرب حاصل کرنے کے لئے بندے اپنے نذرانے قربانی کی شکل میں پیش کرتے ہیں۔

یہ قربانی درحقیقت اسلام کابڑا شعار،اورایک بہت اہم عبادت ہے۔

اسلامی تہوار

حضورصلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کرمدنیہ منورہ تشریف لائے،مدینہ والوں کودیکھا کہ

سال میں دودن وہ تہوار منایا کرتے ہیں، خوب کھیل کود کرتے ہیں، خوب مزے اڑاتے ہیں۔

آپؐ نے پوچھا ماھذا ن الیومان؟

یہ دودن کیا ہیں؟ (جس میں تم خوشیاں مناتے ہو)

لوگوں نے کہا، اللہ کے نبی!

هذان اليومان كنا نلعب فيهما فى الجاهلية

یہ دودن ہمارے وہ تہوار ہیں جس میں ہم زمانۂ جاہلیت میں خوب کھیلا کودا کرتے تھے، خوب کھاتے پیتے اور خوب موج مستی کرتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الله قد ابدلكم بهما خيرامنهما

اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان دودنوں کے بدلہ میں دوسرے دودن عطا فرمائے ہیں

يوم الاضحى ويوم الفطر (ابوداؤد)

ایک یوم الاضحیٰ قربانی کا دن اور دوسرا یوم الفطر عید الفطر کا دن

اسلام میں یہ دوہی عیدیں ہیں، اس کے علاوہ کسی تیسری عید کا کوئی تصور نہیں، اگرچہ کچھ لوگ ناسمجھی سے تیسری عید بھی مناتے ہیں۔

قربانی کے دنوں میں محبوب عمل

قربانی کے تین دن ہیں، دس، گیارہ، اور بارہ ذی الحجہ

ان دنوں میں سب سے زیادہ محبوب عمل خون بہانا ہے، ان دنوں میں خون بہانے سے بڑھ کر کوئی عمل اللہ تعالیٰ کو محبوب نہیں۔

ایک حدیث میں اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَاعَمَلَ اِبنُ آدَمَ مِنْ عملٍ يَوْمَ النَّحْرِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ اِهْرَاقِ الدَّمِ

عیدالاضحیٰ کے دن ابن آدم کا کوئی عمل اللہ کے حضور قربانی کر کے خون بہانے سے بہتر نہیں، اللہ کے نام پر خون بہانا یہ ان دنوں کا محبوب عمل ہے۔

لہٰذا اگر کوئی آدمی یوں سوچے کہ صاحب! قربانیاں تو بہت ہو رہی ہیں، لاؤ بجائے قربانی کے غریبوں کی مدد کریں محتاجوں کی اعانت کریں، اور قربانی کی یہ رقم ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنے پر لگائیں تو یہ قربانی کا بدل ہرگز نہیں ہوسکتا، خوب سمجھ لو! شیطان بعض روشن خیالوں کو اس طرح کے چٹکلے دے رہا ہے.........قربانی ایک مستقل محبوب عمل ہے، جو شریعت میں مقصود ہے۔

قربانی دل سے کرو

آگے حدیث میں فرمایا:

وَاِنَّهٗ لیاَتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ بِقُرُوْنِهَا وَاَشْعَارِهَا وَاَظْلَافِهَا

اور یہ قربانی کا جانور...... جسے تم قربانی کر کے بھول جاتے ہو، بعد میں تمہیں یاد بھی نہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسی جانور کو اس کے سینگوں، بالوں، اور کھروں کے ساتھ زندہ کر کے کھڑا کریں گے کہ میرے بندے! یہ تیری قربانی ہے۔

لہٰذا قربانی کو اہتمام سے کرو، دل کی خوشی سے کرو۔

آگے حدیث میں فرمایا:

وَاِنَّ الدَّمَ لَیَقَعُ مَنَ اللّٰهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ اَنْ یَّقَعَ اِلَی الْاَرْضِ

اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی رضا اور مقبولیت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔

خون تو زمین پر بعد میں گرتا ہے...............اس سے پہلے تمہارا تقویٰ، تمہارے جذبات اللہ تک پہنچ جاتے ہیں۔

اسی لئے اس حدیث کے آخر میں فرمایا:

فَطِیبُوْا بِہَا نَفْساً..........پس اے اللہ کے بندو! دل کی پوری خوشی سے قربانی کیا کرو۔

قرون اولی میں قربانی کا اہتمام

اسی لئے قرون اولیٰ میں قربانی کے لئے بڑا اہتمام ہوتا تھا، کیونکہ یہ کوئی رسم یا عید کی تفریح کی حیثیت سے نہیں بلکہ مستقل شعار اسلام ہے

صحابہ فرماتے ہیں: کُنَّا نُسَمِّنُ الْاُضْحِیَّۃَ بِالْمَدِیْنَۃِ وَکَانَ الْمُسْلِمُوْنَ یُسَمِّنُوْنَ (بخاری)

ہم مدینہ منورہ میں قربانی کو خوب موٹا تازہ کرتے تھے، اور عام مسلمانوں کا بھی یہی معمول تھا، تاکہ موٹا فربہ جانور اللہ کے حضور پیش کریں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی ہدایت تھی کہ اچھے جانور خریدے جائیں، عیب دار نہ ہوں، قرون اولی میں آج کی طرح نہیں تھا بلکہ ہر ایک مین دینی جذبات اپنے عروج پر تھے، اس دور کا یہ حال تھا کہ ایک ایک آدمی سو سو اونٹوں کی قربانی کرتا تھا۔

خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سفر حج میں سو اونٹوں کی قربانی کی، تریسٹھ اونٹوں کی قربانی اپنے ہاتھوں سے کی اور باقی کی حضرت علی نے قربانی کی۔

قربانی کے جانور کے بارے میں حضورؐ کی ہدایات

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مستقل ہدایات تھیں کہ اللہ کے حضور اپنی استطاعت کے مطابق اچھا جانور پیش کیا جائے، لنگڑا، لولا، یا عیب دار جانور کی قربانی کر کے رسم پوری نہ کیجائے۔

حضرت براء بن عازبؓ کہتے ہیں، اللہ کے نبیؐ سے پوچھا گیا:

مَاذَایُتَّقٰی مِنَ الضَّحَایَا؟

کس قسم کے قربانی کے جانور کی قربانی نہ کی جائے؟

فَاَشَارَبِیَدِہٖ آپ ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتلایا

فَقَالَ اَرْبَعاً کہ چار قسم کے جانوروں سے احتراز کیا جائے۔

اَلْعَرْجَاءُ الْبَیِّنُ ظِلْعُھَا

ایسا لنگڑا جسکا لنگڑا پن بہت کھلا ہوا ہو کہ اس کی وجہ سے اس کو چلنا بھی مشکل ہو،

وَالْعَوْرَاءُ الْبَیِّنُ عَوَرُھَا

جس کی ایک آنکھ خراب ہوگئی ہو اور وہ خرابی بالکل نمایاں ہو

وَالْمَرِیْضَۃُ الْبَیِّنُ مَرَضُھَا

وہ جو بہت بیمار ہو، ایسے جانور کی بھی قربانی نہ کی جائے۔

وَالْعَجْفَاءُ الَّتِی لَاتُنْقِی

وہ جو ایسا کمزور ولاغر ہو کہ اس کی ہڈیوں میں گودا بھی نہ رہا ہو،

اللہ کے دربار میں نذر ہے اس لئے ضروری ہے کہ اپنی حیثیت کے بقدر اچھے جانور کا انتخاب کیا جائے۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَنْ تَنَالُوْاالْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْامِمَّا تُحِبُّوْنَ (سورۂ نساء)

تم کامل نیکی تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے جب تک اپنی محبوب ومرغوب چیز کو قربان نہ کرو۔

قربانی سے مقصود تقوی کی جانچ

قربانی سے مقصود جذبۂ عبادت، دلی کیفیت اور تقوی کی جانچ ہے، کہ بندہ کس جذبہ اور کیفیت کے ساتھ قربانی کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ یہ اندر کا جذبہ اور کیفیت دیکھنا چاہتا ہے..................اس کو تمہارے جانور کی ضروت نہیں، جانور کے اجزاء کی ضرورت نہیں ہے۔

اسی لئے فرمایا:

لَنْ يَنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَادِمَاءُ هَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ

اللہ تعالی کے پاس نہ ان جانوروں کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون، بلکہ اس کے پاس تو تمہارا تقوی پہنچتا ہے۔

جب تم نے اللہ کا نام لیکر جانور کے حلق پر چھری پھیر دی، تو اندر کے ذوق وجذبہ اور تقوی کا امتحان ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کو گوشت پوست، کھال اور خون کی ضرورت نہیں ہے۔

امت محمدیہ کا اکرام

پچھلے زمانے میں بادشاہوں کے دربار میں لوگ ہدیہ اور تحفہ بھیجا کرتے تھے، اس زمانے میں دربار کا قانون یہ تھا کہ ان ہدایا پر بادشاہ ہاتھ رکھ دیتا تھا، جس کے ہدیہ پر بادشاہ نے ہاتھ رکھا وہ قبول ہو گیا..................پھر وہ ہدیہ اسی دینے والے کو لوٹا دیا جاتا تھا کہ تم واپس لے جاؤ۔ تم بادشاہ سے اسکے زیادہ محتاج ہو۔

مولانا روم علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی گویا قربانی پر ہاتھ رکھ دیتے ہیں اس طرح کہ بندوں سے چھری پھرواتے ہیں ....کہ چھری پھیر کر اپنے اندر کا ذوق، جذبہ اور تقوی بتادو بس ہم نے قبول کرلیا...........اب اس پورے جانور کو تم استعمال کرو۔

اس کا گوشت تمہارا...............اس کی کھال تمہاری

اس کی ہر چیز تمہاری...............ہمیں اس میں کسی چیز کی ضرورت نہیں۔

اسی لئے اگر کوئی آدمی قربانی کا پورا گوشت خود کھالے تو جائز ہے، حرام نہیں، ہاں بہتر یہ ہے کہ اس کے تین حصے کر کے، ایک حصہ خود لے......ایک حصہ اعزہ اقارب دوست

احباب کو دے اور ایک حصہ غرباء فقراء پر تقسیم کرے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا اس امت کے ساتھ کتنا زبردست اکرام کا معاملہ ہے۔

قربانی سنت ابراہیمی

ایک موقع پر صحابہ نے اللہ کے حبیب ﷺ سے پوچھا

مَاهٰذِهِ الْاَضَاحِیُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟

اللہ کے رسول! یہ قربانی کیا ہیں؟

آپؐ نے فرمایا سُنَّةُ اَبِیْكُمْ اِبْرَاهِیْم

تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔

صحابہ نے پوچھا وَمَالَنَا فِیْهَا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟

اللہ کے رسول! قربانی میں ہمیں کیا ملے گا؟

حضورؐ نے فرمایا بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ

اس کے ہر بال کے بدلہ میں ایک نیکی

صحابہ نے پوچھا وَمَاالصُّوْفُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟

جن جانوروں پر اون ہیں اس میں کیا ملے گا؟

حضورؐ نے فرمایا بِكُلِّ شَعْرَةٍ مِنَ الصُّوْفِ حَسَنَةٌ

اون میں بھی ہر بال کے بدلہ میں ایک نیکی۔

جانور کے بدن پر کتنے بال ہوتے ہیں، اس کی کوئی گنتی نہیں ہوسکتی، جو جتنی قربانیاں اللہ کے حضور پیش کرے گا اسکی اتنی ہی فضیلت ہے۔

قربانی نہ کرنے پر وعید

اسی لئے باوجود وسعت کے، باوجود استطاعت کے اگر کوئی قربانی نہیں کرتا، تو آپ ﷺ نے اس پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

حدیث میں ہے:

مَنْ کَانَ لَهٗ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ فَلَايَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا (ابن ماجه ص ٣٣٦)

جس شخص کے پاس وسعت وطاقت ہو اور پھر قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔

اسے کوئی حق نہیں کہ وہ ہماری عیدگاہ میں آئے، بتلاؤ! کتنی سخت ناراضگی کے الفاظ ہیں، اس سے زیادہ اور ناراضگی کیا ہوسکتی ہے۔

قربانی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول

اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بڑے اہتمام کے ساتھ ہر سال قربانی فرمایا کرتے تھے۔

حضرت انس ؓ فرماتے ہیں:

اَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ عَشَرَسِنِيْنَ يُضَحِّی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں دس سال قیام فرمایا اور ہر سال قربانی کرتے رہے۔ عام معمول آپ کا دو مینڈھوں کی قربانی کا تھا (ترمذی)

حضرت انس ؓ فرماتے ہیں:

ضَحّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ اَمْلَحَيْنِ اَقْرَنَيْنِ ذَبَحَهُمَا بِيَدِهٖ وَسَمّٰی وَكَبَّرَ (بخاری ومسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہی سفیدی مائل رنگ کے سینگوں والے دو مینڈھوں کی قربانی کی، اور دونوں کو بسم اللہ واللہ اکبر کہکر اپنے ہاتھ سے ذبح کیا۔

بہتر یہ ہے کہ آدمی اپنی قربانی اپنے ہاتھ سے کرے، یا کم سے کم سامنے کھڑا رہے۔
حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:

ذَبَحَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الذِّبْحِ کَبْشَیْنِ اَقْرَنَیْنِ اَمْلَحَیْنِ مَرْجُوْئَیْنِ. (ابو دائود وابن ماجہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن سیاہی سفیدی مائل سینگوں والے دو خصی مینڈھوں کی قربانی کی۔

حضورؐ کی امت کے ساتھ شفقت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت کے ساتھ شفقت ومحبت دیکھئے کسی موقع پر آپؐ نے اپنی امت کو فراموش نہیں کیا، قربانی کے موقع پر بھی آپؐ نے امت کو یاد فرمایا۔

ایک موقع پر آپؐ نے قربانی کی اور اس طرح نیت کی:

اَللّٰھُمَّ ھٰذَا عَنِّی وَعَمَّنْ لَمْ یُضَحِّ مِنْ اُمَّتِیْ

اے اللہ یہ قربانی میری طرف سے اور میری امت کے ان غرباء کی طرف سے ہے جو قربانی نہیں کر سکتے۔

قربان جایئے حضورؐ کی امت کے ساتھ اس والہانہ شفقت پر کہ آپ نے اس موقع پر بھی امت کو نہیں بھولا۔

امت پر بھی ضروری ہے کہ جن کو اللہ نے وسعت دی ہے وہ اپنے نبیؐ فداہ ابی وامی کی طرف سے بھی قربانی کرے۔

عیدالاضحیٰ میں نماز عید کے بعد قربانی

عید الاضحیٰ کے دن سب سے پہلا عمل اللہ نے نماز کو رکھا ہے، لہٰذا پہلے عید کی نماز پڑھی جائے پھر قربانی کی جائے، جن لوگوں پر عید کی نماز واجب ہے وہ اگر نماز سے

پہلے قربانی کریں گے تو قربانی ادا نہ ہوگئی۔

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ قربانی کے دن اللہ کے نبیؐ نے ہمارے سامنے بیان کیا۔

بیان میں آپؐ نے یہ فرمایا:

اِنَّ اَوَّلَ مَانَبْدَءُ بِهٖ فِی یَوْمِنَا هٰذَااَنْ نُصَلِّیَ ثُمَّ نَرْجِعُ فَنَنْحَرُفَمَنْ فَعَلَ ذٰلِکَ فَقَدْ اَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ اَنْ یُّصَلِّیَ فَاِنَّمَا هُوَ لَحْمُ شَاةٍ عَجَّلَهٗ لِاَهْلِهٖ لَیْسَ مِنَ النُّسُکِ فِی شَئْیٍ (بخاری و مسلم)

ہمارے اس قربانی کے دن میں سب سے پہلے ہم نماز پڑھیں گے پھر قربانی کریں گے۔

جس نے ایسا کیا اس نے ہماری سنت کو پالیا، اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کی تو اس نے اپنے گھر والوں کے لئے جلد گوشت تیار کیا یہ قربانی نہیں ہے۔

قربانی کا آغاز وابتداء

قربانی ایک اہم عبادت اور اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ محبوب عمل ہے۔

اسی لئے پچھلی تمام امتوں میں اللہ تعالیٰ نے اس فریضہ کو عائد کیا تھا۔ ہر امت کے ذمہ قربانی تھی۔

سب سے پہلے اللہ کے حضور قربانی کا نذرانہ پیش کرنے والے سیدنا آدم علیہ السلام کے دو صاحبزادے ہابیل اور قابیل ہیں، جس کا تذکرہ قرآن میں سورہ مائدہ میں ہے۔

اِذْقَرَّبَاقُرْبَاناً............ جب دونوں نے ایک ایک قربانی پیش کی

علامہ ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر میں ابن عباس کی روایت سے نقل فرمایا ہے کہ ہابیل نے ایک مینڈھے کی قربانی پیش کی اور قابیل نے کچھ غلہ اور اناج صدقہ کر کے قربانی پیش کی۔

پچھلی امتوں میں قربانی قبول ہونے کی پہنچان

پچھلی امتوں میں قربانی اورصدقات کے سلسلہ میں یہ طریقہ رائج تھا کہ جس کو جوقربانی پیش کرنی ہوتی وہ پہاڑ پر جا کرر کھ دیتا۔

پھراس کی قبولیت کا یہ معیار تھا کہ آسمان سے ایک آگ آتی اوراس کو کھا جاتی ،ختم کر دیتی ،جس صدقہ وقربانی کوآگ نے کھالیا وہ اسکے قبول ہونے کی علامت تھی۔

اورجس کوآگ نے چھوڑ دیا،نہیں کھایا تواس کا مطلب یہ تھا کہ یہ صدقہ وقربانی اللہ کے یہاں قبول نہیں ہے۔

قربانی اورصدقات کےعلاوہ مال غنیمت میں بھی یہی اصول تھا کہ آسمان سے آگ آتی اور مال غنیمت کوکھا جاتی۔

چنانچہ ہابیل کی قربانی اللہ کے یہاں قبول ہوگئی،اس کوآگ نے کھالیا،اورقابیل کی قربانی کوآگ نے چھوڑ دیا،اس کی قربانی قبول نہیں ہوئی۔

امت محمدیہ پر یہ اللہ کا خصوصی انعام کہ قربانی کا گوشت،صدقات اور مال غنیمت سب حلال کر دیا گیا۔

حضورصلی اللہ علیہ وسلم اپنی خصوصیات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

میرے لئے مال غنیمت حلال کر دیا گیا۔

قربانی صرف اللہ کے نام پر ہو

قربانی اسلام سے پہلے بھی ہوتی تھی،دنیا کی قومیں اپنے طور سے قربانی کرتی تھی اورآج بھی بہت ساری قومیں قربانی کرتی ہیں..........لیکن وہ قربانی بتوں کے نام پرآباؤ اجداد کے نام پر،غیراللہ کے نام پراور پتہ نہیں کس کس نام پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں......

مگر اسلام نے اپنے پیروؤں کو پابند کیا کہ وہ قربانی سوائے اللہ کے اور کسی کے نام پر نہ کریں۔

فرمایا............فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانۡحَرۡ (سورۂ کوثر)

آپ کی نماز صرف آپ کے رب کے لئے ہو، آپ کی قربانی صرف آپ کے رب کے لئے ہو آپکا ہر عمل سوائے اللہ کے اور کسی کے لئے نہ ہو اور کسی جذبہ سے نہ ہو، ہر عمل میں اپنا پورا رخ صرف اللہ کی طرف ہو۔

آپ جب قربانی کر رہے ہوں یا اور کوئی عمل کر رہے ہوں تو آپ کا دل پکار کر یہ کہہ رہا ہو، اندر کی کیفیت یہ بن رہی ہو۔

قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَنُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ.

کہ میری نماز ،میری قربانی، میرا مرنا اور میرا جینا صرف اللہ کے لئے ہے جو جہانوں کا پالنہار ہے۔

قربانی کی عظیم الشان تاریخ

الغرض قربانی ہر امت میں ہوتی چلی آرہی ہے............لیکن کسی کی قربانی کو وہ عظمت واہمیت ....وہ وسعت وہمہ گیری حاصل نہیں ہوئی............ جو سیدنا ابراہیمؑ کی عظیم الشان قربانی کو حاصل ہوئی۔

سیدنا ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ نے کئی امتحانات سے گذارا، کئی کٹھن اور مشکل گھاٹیوں سے پار ہونا پڑا............ کیونکہ ’’وہ جن کے رتبے ہیں سوا ان کی مشکل ہے سوا‘‘۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اَشَدَّ الۡبَلَاءِ اَلۡاَنۡبِیَاءُ ثُمَّ الۡاَمۡثَلُ فَالۡاَمۡثَلُ

اور یہ حضرت ابراہیمؑ ہی کی شان تھی...... کہ ہر امتحان میں پورے اترے، ہر آزمائش وابتلاء میں کامیاب ہوئے۔

حضرت ابراہیمؑ کا پہلا امتحان اور کامیابی

سیدنا ابراہیمؑ نے آنکھیں کھولی ایسے گھرانہ میں جو گھرانہ بہت بڑا بت فروش اور بت گر تھا...... پوری قوم بت اور ستاروں کو پوجتی تھی آپ کا باپ آذر اس سوسائٹی کا بڑا بت گر اور بت فروش تھا...... یہ اللہ کی طرف سے پہلی آزمائش کہ آیا ابراہیمؑ گھرانہ کے ماحول میں ڈھلکر باپ کی اطاعت و پیروی کرتے ہیں یا ہماری پیروی کرتے ہیں چنانچہ آپؑ نے اپنے باپ کے سامنے بھی ڈنکے کی چوٹ توحید کی دعوت پیش کی۔

قرآن کہتا ہے:

اِذْقَالَ لِاَبِیْهِ یَااَبَتِ لِمَ تَعْبُدُمَالَایَسْمَعُ وَلَایُبْصِرُوَلَایُغْنِی عَنْکَ شَیْئاً.

جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ سے کہا ابا جان! آپ ایسی چیزوں کو کیوں پوجتے ہیں جو نہ سنتی ہیں نہ دیکھتی ہیں، نہ آپ کے کام آسکتی ہیں

باپ مارے غضب کے بھڑک اٹھا اور کہنے لگا:

قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِیْ یَا اِبْرَاهِیْمُ لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّکَ وَاهْجُرْنِی مَلِیًّا.

ابراہیم! کیا تو میرے معبود سے پھر گیا ہے، یاد رکھ اگر تو اس سے باز نہ آیا تو تجھے سنگسار کردونگا۔ اگر سلامتی چاہتا ہے تو مجھ سے الگ ہوجا۔

چنانچہ پورے گھرانہ کو اللہ کی نسبت پر یہ کہتے ہوئے چھوڑ دیا۔

وَاَعْتَزِلُکُمْ وَمَاتَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْرَبِّیْ (مریم)

آپ پر سلام ہو ابا جان! میں اپنے رب سے آپ کے لئے استغفار کرتا رہوں گا، وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے۔

دوسرا امتحان اور کامیابی

پھر دوسرا مرحلہ آیا، پوری قوم سے نپٹنے کا پوری قوم بت پرست اور ستارہ پرست تھی اور حکومت نمرود کی ہے، جو پوری قوم کا خدا بنا ہوا ہے لیکن پوری قوم کے سامنے بلا خوف وخطر توحید کی دعوت پیش کی۔

اِذْقَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَاهٰذِهِ التَّمَاثِیْلُ الَّتِیْٓ اَنْتُمْ لَهَا عَاکِفُوْنَ

جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ اور اپنی پوری قوم سے کہا، یہ مجسمے کیا ہیں، جن پر تم سہارا لگا کر بیٹھے ہو؟

تفصیل کے ساتھ پوری قوم کو توحید کی دعوت پیش کی میں بات کو مختصر کر رہا ہوں قوم ناراض ہوگئی نمرود بھی غضبناک ہو گیا اب آیا سنگین مرحلہ!!

ادھر اکیلے ابراہیمؑ ہیں ادھر پوری قوم ہے اور قوم کا خدا

نمرود ہے اور نمرود کی پوری سلطنت

نمرود ہے اور نمرود کی پوری طاقت

نمرود نے سزا کا اعلان کر دیا......حکم دے دیا ...... آرڈر کر دیا کہ لکڑیاں جمع کرو، بڑی آگ روشن کرو، اس کا پورا عملہ حرکت میں آ گیا...... ایک مہینہ تک لکڑیاں جمع ہوتی رہیں تیس ہاتھ اونچائی اور بیس ہاتھ چوڑائی میں آگ جلائی گئی، اور سات دن تک اس کو خوب دہکایا گیا اتنی تیز اور شعلہ بار کہ اس کے قریب کوئی نہیں پھٹک سکتا۔

اب ابراہیمؑ کو ڈالیں کیسے؟ شیطان نے یہ تدبیر سوجھائی کہ گوپھن کے ذریعہ ابراہیم کو آگ میں ڈالو۔

یہ کتنا سخت امتحان تھا لیکن اللہ کا نام لیکر ابراہیمؑ آگ میں کود پڑے اور سات دن اس میں رہے، اور بعض روایات کے اعتبار سے چالیس دن اللہ نے آگ کو گلزار بنا دیا آگ

بھی تو اسی کے حکم کے تابع ہے (صاوی تفسیر جلالین)
اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا

وَقُلْنَا یَانَارُ کُوْنِیْ بَرْداً وَّسَلاَماً عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ

اور ہم نے کہا اے آگ ابراہیمؑ پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوجا۔

بوڑھاپے میں اولاد کی دعا

سیدنا ابراہیمؑ نے بوڑھاپے میں اللہ سے دعا کی
رَبِّ هَبْ لِی مِنَ الصَّالِحِیْنَ اے میرے رب ایک صالح بیٹا دے
اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی۔ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ.
ہم ابراہیمؑ کو ایک حلیم بیٹے کی بشارت دی
مانگ رہے ہیں "صالح بیٹا" اور دیا جارہا ہے "حلیم بیٹا"

یہ اشارہ ہے اس طرف کہ ابراہیم! تم پر اور تمہارے اس بیٹے پر ہماری طرف سے وہ امتحانات اور آزمائشیں ہوں گی۔ اس میں پورا اترنے کے لئے صالح کے ساتھ حلیم کی صفت کی ضرورت ہے، حلم، قوت برداشت، صبر وتحمل کی ضرورت ہے۔ ہم ایسا بیٹا دے رہے ہیں جو صالح ہونے کے ساتھ ساتھ صفت حلم سے بھی متصف ہے۔

تیسرا امتحان اور کامیابی

اور اب بوڑھاپے میں اللہ نے بیٹا دیا اور حکم آگیا کہ ابراہیمؑ اس بیٹے کو اور اس کی ماں کو بیابان جنگل میں، وادی غیر ذی زرع میں چھوڑ آؤ۔

چنانچہ اس پر بھی وہی بات .... سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے۔
پانی کی ایک مَشک اور کھجور کی تھیلی یہ توشہ لیا اور بیوی بچے کو لیکر جنگل بیابان میں

چھوڑ آئے ایسا بیابان جہاں نہ پانی ہے نہ دانہ......نہ آدم ہے نہ آدم زاد۔

جب چھوڑ کر چلنے لگے تو بیوی نے کہا:

ابراہیمؑ ! کس کے بھروسہ اس بیابان میں چھوڑ کر جا رہے ہو؟

دو تین مرتبہ پوچھنے پر جب جواب نہ ملا تو نبوت کا گھرانہ تھا سمجھ گئی خود پوچھ لیا اَللّٰہُ اَمَرُکَ کیا اللہ کا حکم ہے؟ کہا جی!

تو حضرت ہاجرہ کہنے لگی تب تو کوئی خوف نہیں۔

اِذًا لَایُضَیِّعُنَا اللّٰہُ اللہ ہمیں ضائع نہیں کریگا۔

اس وقت پورا جنگل بیابان پڑا ہوا تھا، بیت اللہ بھی نہ تھا، صرف اونچائی پر اس کے نشانات تھے۔

حضرت ہاجرہ کے پاس توشہ اور پانی ختم، بچہ پیاس سے رو رہا ہے ماں کی ممتا...... ماں پانی کی تلاش میں صفا و مرہ پر دوڑ رہی ہے سات چکر کاٹے، پانی کا کہیں نام ونشان نہیں آسمانی نظام حرکت میں آیا جبرئیل امین آئے پر زمین پر مارے پانی ابل پڑا یہی وہ زمزم کا پانی ہے جو ماں بیٹے کی قربانی پر قیامت تک امت پیتی رہے گی۔

صفا و مرہ پر ہاجرہ کی دوڑ بھی اللہ کو پسند آئی قیامت تک حاجیوں پر اس کو لازم کر دیا کہ میری بندی کی ادا ہے تم بھی اس کی نقل اتارو۔

چوتھا امتحان اور کامیابی

جب اسماعیلؑ کی عمر تیرہ برس کی ہوئی تو اللہ کی طرف سے اب چوتھا امتحان آ گیا یہ پہلے تینوں سے بھاری

یہ امتحان اس وقت آیا جب..........فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ

جب بیٹا چلنے پھرنے کے قابل ہوا اس قابل ہوا کہ اب باپ کے لئے سہارا بن سکتا

ہے باپ کا ہاتھ بٹا سکتا ہے، مفسرین نے لکھا ہے کہ اس وقت آپ کی عمر تیرہ سال تھی۔

تو اللہ تعالیٰ نے خواب کے ذریعہ حکم دیا...... کہ ابراہیم! اپنے اس لاڈلے بیٹے کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرو، ہم تمہیں آزمانا چاہتے ہیں۔

یہ حکم وحی کے ذریعہ بھی دے سکتے تھے، کسی فرشتے کو بھیج کر بھی دے سکتے تھے۔ لیکن خواب کے ذریعہ دینے کی حکمت یہ تھی...... کہ ابراہیمؑ کا امتحان اطاعت شعاری کمال کے ساتھ ہو کیونکہ خواب میں تاویل کی گنجائش رہتی ہے۔

تو آیا ابراہیمؑ ہمارے اس حکم کو بسر وچشم قبول کرتے اور بجالاتے ہیں یا کوئی حیلہ حوالہ اور تاویل ڈھونڈتے ہیں۔

ابراہیم کی کامل اطاعت شعاری

حضرت ابراہیمؑ کے پاس بذریعہ خواب جب یہ حکم آپہنچا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرو تو بسر وچشم قبول کرلیا، کسی حیلہ حوالہ، اور کسی تاویل کا خیال نہیں آیا...... اور نہ پلٹ کر اللہ تعالیٰ سے اس کی حکمت و مصلحت پوچھی...... کہ یا اللہ! ایسا حکم! کہ باپ بیٹے کو ذبح کرے۔

یہ دنیا کے کسی قانون میں نہیں اترتا...... کوئی نظام زندگی اس کی اجازت نہیں دیتا

کوئی ہوشمند اور سمجھدار اس کو اچھا نہیں سمجھتا...... کسی مذہب میں یہ روا نہیں۔

نہ عقل وخرد کے معیار پر اترتا ہے...... آخر اس میں حکمت و مصلحت کیا ہے؟

نا!! بلا چوں و چرا اس کو قبول کرلیا اور سر تسلیم خم کردیا...... کہ اللہ کا امر ہے، اسے ہر حال میں پورا کرنا ہے، سمجھ میں آئے تو...... سمجھ میں نہ آئے تو۔

بیٹے سے مشورہ

لیکن چونکہ اللہ کے اس امر کا تعلق دوطرفہ تھا اس کا تعلق جہاں حضرت ابراہیمؑ سے

تھا وہیں حضرت اسماعیلؑ سے بھی تھا، تو بیٹے سے اس کا تذکرہ کیا تاکہ بیٹے کے اندر کے جذبات بھی معلوم ہو جائیں، چنانچہ بیٹے سے کہا:

قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّی اَرٰی فِی الْمَنَامِ اِنِّیۡ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی

کہ بیٹے! میں خواب دیکھ رہا ہوں......انداز بیان بتا رہا ہے کہ ایک سے زیادہ مرتبہ خواب دیکھا ہے۔

علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ تین روز تک مسلسل یہ خواب دکھایا گیا۔ کہ بیٹے! خواب یہ دیکھ رہا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔

فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی؟

بتا تو اس معاملہ میں کیا کہتا ہے؟

حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے اسماعیل سے یہ اسلئے نہیں پوچھا کہ آپ کو حکم الٰہی میں کوئی تردد تھا بلکہ بیٹے کا عندیہ معلوم کرنا مقصد تھا کہ وہ اس آزمائش میں کس حد تک پورا اترتا ہے۔

مفسرین نے عجیب بات لکھی ہے کہ سیدنا ابراہیمؑ کو اسی عمر میں اپنے بیٹے کی فہم وفراست اور عقل وبصیرت پر پورا اعتماد تھا، یقین کامل تھا ابراہیمؑ اس کا اظہار کروانا چاہتے تھے۔

بیٹا بھی خلیل اللٰہی خاندان کا تھا

بیٹا بھی خلیل اللٰہی خاندان کا تھا اس نے جواب دیا:

ابا جان! یہ جو کچھ آپ نے خواب میں دیکھا ہے، یہ نرا خواب نہیں ہے بلکہ آپ سے متعلق ہو جانے کی وجہ سے ''امر الٰہی'' ہے ''وحی'' ہے۔

لہٰذا............... **یَآ اَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ**

ابا جان! اس امر الٰہی کو کر گذرئے اور جہاں تک میرا تعلق ہے، آپ فکر نہ کریں......

سَتَجِدُنِیۡ اِنۡشَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِیۡنَ.

آپ مجھے انشاء اللہ صبر وضبط کرنے والا پائیں گے۔ گلہ وشکوہ کرنے والا اور اعراض کرنے والا نہیں پائیں گے۔

کیا عجیب جواب ہے بیٹے کا بیٹے نے بھی کسی تاویل کا سہارا نہیں لیا، نہ اس حکم کو عقل کے معیار پر پرکھنے کی کوشش کی نہ باپ سے اس حکم کی حکمت ومصلحت پوچھی۔

بلکہ مکمل جاں سپاری اور اطاعت شعاری کا ثبوت دیا۔

فیضان نظر یا مکتب کی کرامت

اللہ اکبر! بیٹے کی سلیقہ مندی، اس کی اطاعت شعاری۔

شاعر سوالیہ انداز میں پوچھتا ہے ؎

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی

سکھایا کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

شاعر کو پتہ نہیں، یہاں دونوں چیزیں تھی، اسماعیل کو آداب فرزندی جس نے سکھایا تھا اس میں فیضان نظر بھی تھا، سیدنا ابراہیمؑ کی نظر اور توجہ کا اثر بھی تھا، جس نے اسماعیلؑ کی کایا پلٹ دی، اور اس عمر میں وہ سلیقہ مندی عقل وخرد اور بصیرت عطا کردی۔

اور اسی کے ساتھ مکتب کی کرامت بھی تھی۔

جس ماں کی گود میں ان کی تربیت ہوئی تھی...... جس ماں کے ہاتھوں یہ پروان چڑھے تھے۔

جس ماں کی آغوش میں ان کا بچپن گذرا تھا..... جس ماں کے سایہ تلے یہ پلے پڑھے تھے۔

وہ ماں نبوت کی حرم محترم تھیں...... ......وہ گود ان کا پہلا مکتب تھا۔

انکے پروان چڑھنے میں......اور ان کے اس بلند درجہ پر فائز ہونے میں......اس

مکتب کا بھی اثر تھا۔

شیطان کی سازش

پھر کیا ہوا؟ حضرت ابرہیمؑ اپنے بیٹے اسماعیل کو لیکر مکہ سے روانہ ہوئے منخر کی طرف منی کی طرف۔

شطان کب گوارہ کرسکتا تھا۔ کہ اللہ کا اتنا بڑا امر یہ پورا کررہے ہیں، ان کو کسی طرح سے روکو، سب سے پہلے حضرت ہاجرہ کے پاس گیا اور ہمدرد اور خیر خواہ بن کر کہنے لگا۔

ہاجرہ! ہاجرہ! تمہیں پتہ ہے، اسماعیل کہاں گئے۔

حضرت ہاجرہ نے کہا وہ اپنے باپ کے ساتھ جنگل میں لکڑیاں چننے گئے ہیں۔

شیطان نے کہا ہاجرہ! تم بھی بہت بھولی ہو، بہت سیدھی ہو۔ تمہیں پتہ ہی نہیں اسماعیل کو ابراہیمؑ ذبح کرنے کے لئے لے گئے ہیں۔

حضرت ہاجرہ نے کہا............ بھلا یہ کوئی عقل میں آنے والی بات ہے، کوئی باپ بھی کبھی اپنے بیٹے کو ذبح کرتا ہے۔

شیطان نے کہا.............. ہاجرہ! لیکن وہ تو یوں کہتے ہیں کہ اللہ کا حکم ہے۔

حضرت ہاجرہ نے کہا.............. اگر بات ایسی ہی ہے اور واقعی اللہ کا حکم ہے تو پھر بیٹے کو ذبح ہی کرنا چاہیے۔

شیطان کی بات یہاں نہیں بنی، مایوس ہو کر نکل گیا۔

شیطان جمرات کے پاس

پھر حضرت ابراہیمؑ کے سامنے جمرۂ عقبہ کے پاس ظاہر ہوا، اور آپ کو امر الٰہی سے روکنے کی کوشش کی، حضرت ابراہیمؑ سمجھ گئے کہ مردود ہے، سات کنکریاں ماری وہ بھاگا۔

پھر جمرۂ وسطیٰ کے پاس ظاہر ہوا، یہاں بھی حضرت ابراہیمؑ نے سات کنکریاں ماری

وہ بھاگ گیا۔

پھر جمرۂ اولی کے پاس ظاہر ہوا یہاں بھی سات کنکریاں ماری وہ بھاگ گیا۔

اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ قیامت تک حاجیوں کے ذمہ لازم کردیا کہ میرے محبوب نے جہاں تین جگہوں پر شیطان کو کنکریاں ماری ہیں تم بھی اسکی نقل کرو۔

باپ بیٹے دونوں امرالٰہی کے سامنے جھک گئے

الغرض حضرت ابراہیمؑ اپنے بیٹے کو لیکر منی کے منحر تک پہنچ گئے۔

قرآن کہتا ہے:.........................فَلَمَّا اَسْلَمَا......جب یہ دونوں جھک گئے۔

اَسۡلَمَ کے معنی ہے جھک جانا، مطیع ہوجانا، جوں کا توں مان لینا، گردن نہادن گردن جھکانا یعنی باپ نے ذبح کرنے کا اور بیٹے نے ذبح ہونے کا پختہ ارادہ کرلیا۔

وَتَلَّهٗ لِلۡجَبِیۡن

اللہ اکبر! قرآن پورا نقشہ کھینچ رہا ہے......قیامت تک کی انسانیت کو بتانا ہے کہ دیکھو باپ بیٹے کی فداکاری، اطاعت شعاری، ہمارے حکم کے سامنے بلاچوں وچرا سر تسلیم خم کردینا۔

وَتَلَّهٗ لِلۡجَبِیۡن..........جب اسماعیل کو پیشانی کے بل زمین پر لٹا دیا کروٹ پر لٹا دیا۔

بیٹے کے جانگداز الفاظ

کروٹ پر لٹانے سے پہلے حضرت اسماعیل نے اپنے والد سے کہا:

ابا جان! مجھے خوب اچھی طرح باندھ دیجئے، تاکہ میں زیادہ تڑپ نہ سکوں اور اپنے کپڑے بھی خوب سمیٹ لیجئے تاکہ خون کی چھینٹیں نہ پڑیں، اپنی چھری تیز کرلیجئے تاکہ

آسانی سے وہ حلق پر چل جائے اور مجھے زیادہ تکلیف نہ ہو،اور جب آپ میری والدہ کے پاس جائیں تو انہیں میرا سلام کہہ دینا............

یہ جانگداز الفاظ بوڑھاپے میں اکلوتے بیٹے کی زبان سے سنکر ایک باپ کے دل پر کیا گذر سکتی ہے؟

لیکن حضرت ابراہیمؑ استقامت کا پہاڑ بن کر جواب دیتے ہیں کہ............

بیٹے! تم اللہ کا حکم پورا کرنے میں میرے کتنے اچھے مددگار رہو............ یہ کہہ کر اپنے معصوم بیٹے کا بوسہ لیا، پُرنم آنکھوں سے بیٹے کو باندھ دیا (تفسیر مظہری)

امتحان میں کامیابی پر داد تحسین

باندھ کر زمین پر لٹا دیا اور گلے پر چھری چلانا شروع کر دیا......آسمان ششدر و حیران ہے زمین نے اس جیسا منظر کبھی نہیں دیکھا......لیکن......لیکن......چھری اٹک رہی ہے، چل نہیں رہی ہے......وہ بھی تو کسی کے حکم کی محتاج ہے۔

پھر کیا ہوا؟......تفسیری روایات سے پتہ چلتا ہے کہ ایک پیتل کا ٹکڑا اللہ نے بیچ میں حائل کر دیا، ابراہیمؑ کے اس والہانہ عمل کو دیکھ کر آسمانی ندا آئی۔

وَنَادَيْنَاهُ اَنْ يَّااِبْرَاهِيمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا

ہم نے آواز دی کہ ابراہیم! تمہارا امتحان ہو گیا، جو چیز ہم تم سے دیکھنا چاہتے تھے وہ دیکھ لی، تم نے خواب سچ کر دکھایا۔

قَدْصَدَّقْتَ الرُّؤْيَا............................تم نے خواب سچ کر دکھایا

تم نے اپنی طرف سے کوئی کمی اور کسر باقی نہیں رکھی۔

اب انہیں چھوڑ دو............................ہم انہیں ذبح کروانا نہیں چاہتے تھے، ہم تو

بس تمہارے جذبات اور دلی کیفیت دیکھنا چاہتے تھے۔

واقعی تم ایک بڑے امتحان سے گذرے ہو، کٹھن آزمائش سے دوچار ہوئے ہو، تمہارا امتحان بڑا مشکل تھا............اِنَّ ھٰذَالَھُوَ الْبَلٰٓءُ الْمُبِیْنُ.

اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ............ہم مخلصین کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔

یعنی جب کوئی بندہ اخلاص کے ساتھ ہمارے حکم کے آگے جھک جاتا ہے اور اپنے جذبات کو قربان کر دیتا ہے تو ہم اسے دنیوی پریشانیوں سے بھی بچا لیتے ہیں اور آخرت میں بھی اچھا صلہ دیتے ہیں۔

بیٹے کے عوض بڑا ذبیحہ

ابراہیم! تمہاری اس قربانی پر ہم تمہیں یہ صلہ دے رہے ہیں۔

وَفَدَیْنٰہُ بِذِبْحٍ عَظِیْم......................ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اسکے عوض میں دیا۔

روایتوں میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے یہ آسمانی آواز سنکر اوپر کی طرف دیکھا تو حضرت جبرئیل ایک مینڈھا لئے کھڑے تھے اور بلند آواز سے کہہ رہے تھے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ......اَللّٰہُ اَکْبَرُ

حضرت ابراہیمؑ نے جب دیکھا تو کہنے لگے

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ

اور جب اسماعیلؑ نے دیکھا کہ اللہ نے میرے لئے ایک ذبیحہ بطور فدیہ بھیجا ہے، تو حضرت اسماعیلؑ کی زبان سے نکلا۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

تینوں کی تسبیحات ملکر تکبیر تشریق بن گئی جو قیامت تک اللہ نے امت پر لازم کردی

۹؍ذی الحجہ کی فجر سے ۱۳؍ذی الحجہ کی عصر تک۔

قربانی امت کو کیا پیغام دیتی ہے

سیدنا ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کا یہ پورا واقعہ جو درحقیقت قربانی کے عمل کی بنیاد ہے۔ روزِ اول سے امت کو یہ پیغام دے رہا ہے کہ تمہارے دلوں میں یہ احساس، یہ علم، یہ معرفت اور یہ فکر پیدا ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہر چیز پر مقدم ہے۔ تمہاری تمام تر کامیابی کے راز اسی میں پنہا ہیں کہ تم اللہ کے حکم کو بے چوں وچرا کر گذرو چاہے وہ حکم تمہاری عقل میں نہ آرہا ہو......تمہارے سماج کے خلاف معلوم ہو رہا ہو......تمہاری طبیعت اس کو پورا کرنے میں بوجھ محسوس کر رہی ہو۔

اس پورے واقعہ میں غور کرو سیدنا ابراہیمؑ واسماعیلؑ کی اطاعت شعاری دیکھو کسی طرح کی کوئی چیز امرِ الٰہی کو پورا کرنے میں مانع نہیں بنی۔

دین سراسر اتباع کا نام ہے

قربانی کا سارا فلسفہ یہی ہے، اس لئے کہ قربانی کے معنی ہے ''اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی چیز'' یہ لفظ ''قربانی'' قربان سے نکلا ہے اور لفظ قربان قرب سے بنا ہے، تو قربانی کے معنی یہ ہے کہ وہ چیز جس سے اللہ کا تقرب حاصل کیا جائے۔

قربانی کے اس سارے عمل میں امت کو یہی سکھلایا گیا ہے کہ ہمارے حکم کی اتباع کا نام ہی دین ہے۔

جب ہمارا حکم آجائے تو اس کے بعد عقلی گھوڑے دوڑانے کا موقع ہے، نہ اس میں حکمتیں اور مصلحتیں تلاش کرنے کا موقع باقی رہتا ہے، نہ اس میں چوں وچرا کا موقع رہتا ہے۔

ایک مومن کا کام یہ ہے کہ جب اللہ کی طرف سے حکم آجائے تو اپنا سر جھکا دے اور اس حکم کی اتباع کرلے۔

مومن کی مثال ایسی ہے ''کالمیت فی یدالغسال '' جیسے مردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں کہ اس کا اپنا کوئی ارادہ ......اس کی اپنی کوئی منشاء...... بلکہ اس کی اپنی کوئی حرکت نہیں ہوتی، مکمل اپنے آپ کو حوالہ کئے ہوئے ہوتا ہے۔

معاشرے میں پھیلی گمراہی

آج ہمارے معاشرے میں لوگوں کا مزاج یہ بن رہا ہے کہ ہر حکم شرعی میں حکمت ومصلحت تلاش کرر ہے ہیں۔

کہ صاحب! یہ حکم تو ہے سر آنکھوں پر......لیکن اس کی حکمت کیا ہے؟

مصلحت کیا ہے؟...........................اسکا عقلی فائدہ کیا ہے؟

یہ بات کچھ عقل میں نہیں اتر رہی ہے...... یہ بات بہت زیادہ سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔

ہر حکم کو عقل کے معیار پر پرکھنے کی کوشش کی جارہی ہے......اور یہ ذہن بن رہا ہے گویا کہ......اگر عقلی فائدہ نظر آئے گا تو کریں گے......اور اگر فائدہ نظر نہیں آئے گا تو نہیں کریں گے۔

میرے دوستو! یہ جہالت ہے، گمراہی ہے، ضلالت ہے، اس کا نام دین نہیں ہے اس کا نام اتباع نہیں ہے.............. بلکہ یہ نفس پرستی اور خواہش پرستی ہے۔

حدیث میں ہے..............لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبْعًالِمَا جِئتُ بِہٖ

تم میں سے کوئی اس وقت تک سچا پکا مومن نہیں بن سکتا جب تک اپنی خواہشات کو میرے دین کے تابع نہ کردے۔

صحابۂ کرام کا جذبۂ اتباع

چنانچہ صحابۂ کرام ہر حکم میں کامل اطاعت کے پیکر تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء کو دیکھ کر چلتے تھے۔ اللہ کا حکم پورا کرنے میں کوئی چیز ان کے لئے رکاوٹ نہیں بنی۔

جو ایران کے پارلیمنٹ میں شاہی دسترخوان پر بیٹھ کر کھاتے ہوئے لقمہ زمین پر گر گیا تو اس کو اٹھا کر کھا رہے ہیں............... قریب والے نے اشارے سے یوں کہا کہ ...... اس طرح زمین سے پر لقمہ اٹھا کر کھانا اس کے یہاں معیوب ہے یہ متمدن ملک ہے، تہذیب یافتہ لوگ ہیں۔

اللہ اکبر! اتنے بڑے پارلیمنٹ کی اتنی بڑی بادشاہت کی........... نبی کی ایک سنت کے مقابلہ میں کیا وقعت وحیثیت ہے.......... حذیفہ بن الیمان جواب دیتے ہیں۔

اَاَتْرُکُ سُنَّةَ حَبِیْبِیْ لِهٰؤُلاَءِ الْحُمَقَاءِ؟

کیا میں اپنے محبوب کی سنت ان بے وقوفوں کی وجہ سے چھوڑ دوں؟

آقا کی ایک سنت کے مقابلہ میں.......... پورے تہذیب وتمدن والے ملک کی ادنی حیثیت نہیں یہ جذبہ تھا ان حضرات کے دلوں میں۔

صحابہ کہتے تھے:

بَایَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِی الْیُسْرِ وَالْعُسْرِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَکْرَهِ (مشکوٰۃ ص ۳۱۹)

ہم نے رسول اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے کہ آپ کی سنیں گے، آپ کی مانیں گے، حالات تنگی کے ہوں تو...... فراخی کے ہوں تو...... ہماری طبیعتیں چاہ رہی ہو تو...... ہماری طبیعتوں پر بوجھ پڑ رہا ہو تو...... ہر حال میں سنیں گے،

مانیں گے۔

قربانی کا دوسرا پیغام

اسی طرح قربانی کا یہ عمل ببانگ دہل امت کو یہ پیغام دے رہا ہے کہ اپنے اندر ایثار وقربانی کا جذبہ پیدا کرو، خلق خدا کے ساتھ خیر اور بھلائی کا برتاؤ کرو، ایثار وغمخواری اور آپسی ہمدردی کے جذبہ ہی میں پورے عالم کا امن چھپا ہوا ہے۔

اسی لے حضرت رسول کریمؐ نے اپنی امت کو پہلے دن سے ایثار پر اٹھایا، اسی کا اثر تھا...... کہ ہر ایک کے اندر یہ جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا کہ میری ذات سے اللہ کی مخلوق کو نفع پہنچے، میری بنے نہ بنے...... میرے بھائی کی بن جائے...... ہر ایک میں دینے کا جذبہ بنا ہوا تھا۔

آج پوری دنیا جوجہنم کدہ بنی ہوئی ہے اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ہر ایک میں ...... ادنی سے لیکر اعلی تک میں...... لینے کا مزاج بنا ہوا ہے...... ذاتی اور شخصی زندگی سے لیکر حکومتی سطح تک ہر ایک میں لینے کا مزاج ہے...... اور وہاں سراسر دینے کا مزاج تھا۔

اسی لئے کہاں تو ان کی وہ زندگی کہ اونٹ کے گھاٹ پر کسی جانور کے پانی پی لینے پر سالوں لڑائیاں چلی ہیں اور ہزاروں جانیں قربان ہوگئی ہیں، ہزاروں جوان داؤ پر لگ گئے ہیں ایک ان کی زندگی یہ ہے...... اور ایک زندگی وہ ہے جو تربیت کے بعد ڈھلی ہے، بھائی زندگی کی آخری سانس لے رہا ہے، دوسرا بھائی پانی کا مشکیزہ لیکر پہنچا، پڑوس میں دوسرے زخمی کے کراہنے کی آواز آئی، بولنے کی سکت تو تھی نہیں...... اشارہ سے کہا میرے بھائی کو پہلے پلاؤ...... دوسرے کے پاس مشکیزہ گیا، اس نے بھی پڑوس میں کراہنے کی آواز سن کر اسکی طرف اشارہ کیا...... مشکیزہ جب تیسرے کے پاس پہنچا تو وہ جاں بحق ہوگیا ...... لوگ لوٹ کر دوسرے کے پاس آیا تو وہ بھی دنیا سے رخصت ہو چکا تھا...... لوٹ کر پہلا

زاد بھائی کے پاس پہنچا تو وہ بھی اللہ کو پیارا ہو گیا...... یوں کہ دینے کا جذبہ بنا ہے تو ایسا بنا ہے کہ موت گوارہ ہے مگر میرا بھائی مجھ سے مقدم رہے۔ میرا پڑوسی مجھ سے پہلے ہے۔

سیدنا ابراہیمؑ پر اللہ کے انعامات

سیدنا ابراہیمؑ جب آزمائش میں پورے اترے، سخت سے سخت امتحان میں بھی کامیاب ہوئے تو اللہ کی طرف سے داد تحسین دی گئی، اور کئی انعامات سے نوازا گیا۔

پہلا انعام............اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ، ہم مخلصین کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں، ابراہیم آپ کا یہ عمل مبنی بر اخلاص ہے یہ سند ملی۔

دوسرا انعام............وَفَدَیْنَاہُ بِذِبْحٍ عَظِیْم: اسماعیل کے بدلہ ایک بڑا ذبیحہ ہم نے دیا۔

تیسرا انعام............وَتَرَکْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْن: آپ کا ذکر خیر ہم نے پچھلے لوگوں میں باقی رکھا قیامت تک آپ کے اس محبوب عمل کی نقل ہم نے امت پر لازم کر دی۔

چوتھا انعام............سَلَامٌ عَلٰی اِبْرَاهِیْم: سلامتی ہو تم پر اے ابراہیم!

پانچواں انعام............اِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْن: اللہ کی طرف سے یہ سرٹیفکٹ ملا کہ بیشک ابراہیم ہمارے مومن بندوں میں سے ہیں۔

چھٹا انعام............وَبَشَّرْنَاهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْن: ہم نے بشارت دی ابراہیم کو ایک بیٹے اسحٰق کی، جو نبی ہیں، صالحین میں سے ہیں۔

ساتواں انعام............وَبَارَکْنَا عَلَیْهِ وَعَلٰی اِسْحٰقَ: ہم نے برکتیں دیں اسماعیلؑ اور اسحاق کو۔

یہ سات تمغے سیدنا ابراہیمؑ کو دربار الٰہی سے عطا ہوئے۔

عشرۂ ذی الحجہ کی فضیلت

بہرحال میرے دوستو! یہ بڑے قیمتی اوقات چل رہے ہیں،ابھی ذی الحجہ کا مہینہ شروع ہورہا ہے۔ذی الحجہ کے پہلے دن اوردس راتیں بہت قیمتی ہیں۔

وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ میں ان دس راتوں کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے اوردس دنوں کی بھی بڑی فضیلت ہے۔

حضرا بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

مَامِنْ اَيَّامٍ اَلْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيهِنَّ اَحَبُ اِلَى اللّٰه
مِنْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ الْعَشَرَةِ(بخاری)

اللہ تعالیٰ کوکوئی عبادت اورعمل صالح کسی دوسرے دنوں میں اتنا محبوب نہیں جتنا ان دس دنوں میں محبوب ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ اگرکوئی شخص ان دس دنوں میں سے ایک دن روزہ رکھےتو ایک روزہ ثواب کےاعتبار سے ایک سال کےروزوں کے برابر ہے۔

اورفرمایا کہ ان دس راتوں میں ایک رات کی عبادت لیلۃ القدر کی عبادت کے برابر ہے،اس عشرہ کا اللہ کے یہاں اتنااونچادرجہ ہے۔

عشرہ ذی الحجہ میں پہلا کام

ذی الحجہ کا چاند دیکھتے ہی سب سے پہلا حکم یہ ہے۔

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَادَخَلَ الْعَشْرُوَاَرَادَ بَعْضُكُمْ اَنْ يُّضَحِّيَ
فَلَايَأْخُذَنَّ شَعْراً وَلَا يُعْلِمَنَّ ظُفُراً(مسلم)

جب ذی الحجہ کا پہلا عشرہ شروع ہو جائے اور تم میں سے کسی
کا ارادہ قربانی کرنے کا ہو تو اس کو چاہئے کہ اب قربانی
کرنے تک اپنے بال یا ناخن بالکل نہ تراشے۔

اس میں حکمت یہ ہے کہ یہ عشرہ حج کا ہے اور حج مخصوص جگہ پر ہی ہوتا ہے اور سارے لوگ وہاں نہیں پہنچ سکتے، تو حج کے انوار و برکات میں شریک کرنے کے لئے آپؐ نے یہ حکم دیا کہ تم لوگ ان حجاج کے ساتھ تھوڑی سی مشابہت اختیار کرلو، اور تھوڑی سی ان کی مشابہت اپنے اندر پیدا کرلو کہ جس طرح وہ بال نہیں کاٹ رہے ہیں تم بھی مت کاٹو۔ جس طرح وہ ناخن نہیں کاٹ رہے ہیں تم بھی مت کاٹو۔

اس طرح تھوڑی سی مشابہت پر اللہ تمہیں بھی محروم نہیں کرے گا۔ وہ جو خاص اپنی رحمتیں حاجیوں پر نازل کریگا اس کا کچھ حصہ تمہیں بھی ضرور دے گا۔

کیونکہ..........رحمت حق بہانہ می جوید بہا نمی جوید

یہ مشابہت اختیار کر کے گویا تم مجذوب صاحب کی زبان میں یوں کہہ رہے ہو۔

تیرے محبوب کی یا رب شباہت لے کر آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کر آیا ہوں

عشرہ ذی الحجہ میں دوسرا کام

دوسری چیز اس عشرہ میں یوم عرفہ کا روزہ ہے، عرفہ کے دن میں حجاج میدان عرفات میں ہیں، اور حج کا عظیم الشان رکن وقوف عرفہ ادا کر رہے ہیں، اس لئے خاص طور پر نویں ذی الحجہ کا روزہ مقرر فرمایا۔

اس روزے کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عرفہ کے دن جو شخص

روزہ رکھے مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ اس کے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہوں کا کفارہ ہوجائیگا۔(ابن ماجہ)

تیسرا اور چوتھا کام

اس عشرہ میں تیسرا کام تکبیرات تشریق ہے

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَاۤاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ

جو یوم عرفہ یعنی نو کی فجر سے ۱۳ر کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد پڑھنی ہے مرد ذرا بلند آواز سے پڑھیں گے عورتیں آہستہ پڑھیں گی۔

چوتھا اور سب سے افضل عمل اس عشرہ میں قربانی ہے،اس کے لئے تین دن ہیں، دس، گیارہ، اور بارہ،قربانی ان ہی تین دنوں میں ہوسکتی ہے ان کے علاوہ دوسرے اوقات میں آدمی چاہے کتنے ہی جانور ذبح کرڈالے وہ قربانی نہیں ہوسکتی۔

قربانی کے سارے فلسفہ کا خلاصہ

بس میرے دوستو! قربانی کے سارے فلسفہ کا خلاصہ یہی ہے کہ ہمارے اندر کامل اتباع کا جذبہ آجائے۔اللہ کے ہر حکم کو سب سے مقدم کرنے کا مزاج بن جائے اللہ کے حکم کو پورا کرنے کے لئے کوئی چیز ہمارے لئے رکاوٹ نہ بنے۔

نیز ہمارے اندر ایثار، ہمدردی اور قربانی کا جذبہ پیدا ہوجائے اگر ہمارا یہ مزاج بن گیا تو انشاء اللہ شریعت کا ہر حکم آسان ہوجائیگا اور اللہ کے اوامر اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی طریقوں پر جب زندگی گذرے گی تو دنیا میں بھی عزت ،امن،اور چین وسکون والی زندگی گذاریں گے اور مرنے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ بہترین ٹھکانہ عطا فرمائے گا اور اچھے انعامات سے نوازے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قربانی کی حقیقت نصیب فرمائے اور قربانی کے اصل پیغام کے مطابق زندگی کے ہر شعبہ میں چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یارب العالمین

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

طالب دعا

حفظ الرحمٰن پالن پوری (کاکوری)

خادم مکاتب قرآنیہ (بمبئی)

۷ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ

مطابق یکم جون ۲۰۰۹ء

﴿مؤلف کی دیگر مفید کتابیں﴾

(۱) اسلاف کی طالب علمانہ زندگی

(۲) خطبات دعوت (بیانات حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب) جلد اول

(۳) محبت رسول نقل و عقل کی روشنی میں

(۴) آسان حج

(۵) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی زندگی (زیر طبع)

(۶) عیدالفطر کا پیغام امت مسلمہ کے نام

(۷) رمضان المبارک تربیت کا مہینہ

(۸) شب برأت کا پیغام امت مسلمہ کے نام

(۹) عیدالاضحیٰ کا پیغام امت مسلمہ کے نام

(۱۰) اسلاف کی معلمانہ زندگی (زیر تالیف)

(۱۱) ضیاء البرہان فی شرح خلاصۃ البیان

(حضرت مولانا قاری ہارون رشید صاحب بھاگلوی)

☆☆☆

DAR-UL-ULOOM IMDADIA

MOHALL GADHI YAMUNA NAGAR (H.R.) INDIA

9359209995
9758100109